شاہجہاں کا انصاف

عالیہ

شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

بچو! آج سب لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ جب قانون اور پولیس کا نظام آج کے جیسا نہ تھا مجرموں کی تفتیش کس طرح کی جاتی تھی۔ کس طرح سزائیں دی جاتی ہوں گی، لیکن عزیز بچو! ہر زمانے میں قانون کا ایک طریقہ اور نظام ہوتا تھا جس کی وجہ سے سماج میں جرم وسزا کا نظام قائم تھا۔ آج میں آپ کو قدیم زمانے کی ایک کہانی سناتی ہوں تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ ہر زمانے میں انسان کا ذہن انصاف کرنے کی طرف مائل تھا۔ آپ نے عدل جہاں گیری کے قصّے سنے ہوں گے۔

ہمارے ملک میں ایک بہت رحم دل اور انصاف پسند بادشاہ تھا جس کا نام شاہجہاں تھا۔ شاہجہاں نے بہت سی شاندار عمارتیں تعمیر کرائیں جس کی وجہ سے اس کا نام زندۂ جاوید ہوگیا ہے۔ وہ عمارتوں کی تعمیر میں تو دلچسپی رکھتے ہی تھے اس کے ساتھ ہی وہ نہایت انصاف پسند بادشاہ بھی تھے۔

انھوں نے عوام کی فریاد سننے کے لیے ایک گھنٹہ لگا رکھا تھا، جس کی زنجیر ان کے محل کے باہر لٹکتی رہتی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ زنجیر سونے کی تھی اور آگرہ کے قلعے کے لال برج اور جمنا کے کنارے بنائے گئے ایک پتھر کے کھمبے میں بندھی رہتی ہے۔ عام لوگوں میں جسے اپنی بات بادشاہ تک پہنچانی پڑتی، وہ زنجیر ہلا دیتا۔ لال برج میں گھنٹہ بجتا اور بادشاہ اسے بلا کر اس کی فریاد سنتے اور انصاف کرتے۔ اس گھنٹے کا وزن ۹۰ کلو بتایا گیا ہے۔

ان کی انصاف پسندی کا ایک واقعہ بہت دلچسپ ہے۔ ایک مرتبہ ایک فریادی سلطان خاں نے فریاد کی کہ باہر اس نے حج کے سفر پر جانے سے قبل کئی ہزار سونے کی اشرفیاں اپنے گاؤں کے نمبردار کریم خان کے پاس امانت کے طور پر رکھوائی تھیں۔ اب میں حج سے واپس آیا ہوں تو کریم خاں نے میری اشرفیاں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور کہہ رہا ہے کہ میں نے کبھی اس کو کوئی امانت نہیں دی۔

بادشاہ نے کریم خان کو دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ کریم خاں نے حاضر ہوکر بادشاہ سے کہا:

"ظلِّ سبحانی، جان کی اماں پاؤں تو کچھ عرض کروں...

سلطان خاں نے کبھی ایک اشرفی بھی میرے پاس امانت نہیں رکھی۔ اس کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ میں اس کا دوست ضرور تھا، لیکن رشتہ دار نہ تھا۔ اس کے کئی رشتے دار

گاؤں میں موجود ہیں۔ اگر یہ امانت دار بناتا تو رشتے داروں کو بناتا۔'' دوسری بات یہ ہے کہ کوئی گواہ بھی سلطان خاں کے پاس نہیں ہے۔''

بادشاہ نے سلطان خاں سے دریافت کیا۔ ''کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟''

سلطان خاں نے کہا: ''بادشاہ سلامت۔ میرے پاس کوئی گواہ تو نہیں ہے!''

بادشاہ نے دوبارہ دریافت کیا۔ ''سلطان خاں تم نے اپنے قریبی رشتے داروں کے بجائے کریم خاں کے پاس اشرفیاں کیوں رکھوائیں؟ جب کہ کریم خاں کا گھر بھی تمہارے گھر سے بہت دور ہے؟

''ظلِ سبحانی۔ کریم خاں میرا بچپن کا دوست ہے۔ اس لیے میں اس پر زیادہ اعتماد کرتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ جب کریم خاں حج کو گیا تھا تو اس نے اپنی بہت ساری دولت میرے پاس رکھی تھی۔ جو میں نے ان کی حج سے واپسی کے بعد فوراً واپس کردی!''

بادشاہ نے کریم خاں سے پوچھا: ''کریم خاں! کیا تم نے سلطان خاں کے پاس اپنی دولت امانت رکھوائی تھی؟''

''جی ہاں یہ بات سچ ہے۔ میں نے سلطان خاں کے پاس اپنی تمام دولت اور بیوی کے زیورات امانت رکھوائے تھے جو سلطان خاں نے مجھے واپس بھی کردیے۔''

کچھ دیر بعد کریم خاں نے پھر کہا... ''حضور لیکن میں نے اپنی دولت سارے گاؤں کی موجودگی میں سلطان خاں کو دی تھی۔ اب شاید سلطان خاں اسی کا بدلہ.... کریم خاں کی بات سن کر شاہجہاں کا چہرہ غصّے سے سرخ ہوگیا۔

کریم خاں کو اندازہ ہوا کہ تیر نشانے پر لگا ہے۔ وہ بے انتہا مسرور و شاداں ہوا، لیکن سلطان خاں کے چہرے سے سخت مایوسی ٹپکنے لگی۔

بادشاہ نے کچھ دیر کے بعد کہا: بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کریم خاں سچ بول رہا ہے۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے غور سے کریم خاں اور سلطان خاں کے چہروں کی طرف دیکھا اور تھوڑی دیر بعد کہا:

''لیکن کریم خاں کو ایک امتحاں سے گزرنا ہوگا یہ کہہ کر کریم خاں کو بلا کر کہا کہ اپنی بیگم کو ایک خط لکھو۔

''پیاری بیگم

میری بے ایمانی پکڑی گئی تم اس سرکاری سپاہی کو سلطان خاں کی تمام اشرفیاں دے دو۔

کریم خاں''

بادشاہ نے یہ خط ایک سرکاری سپاہی کے ذریعہ کریم خاں کی بیگم کے پاس بھیجا۔ لوگوں نے دیکھا کہ دوسرے دن سرکاری سپاہی ایک اشرفیوں کا تھیلا لے کر واپس آیا۔

کریم خاں کی بے ایمانی کا ثبوت ملتے ہی بادشاہ کو غصّہ آ گیا۔ سلطان خاں کو اس کی اشرفیاں واپس مل گئیں اور کریم خاں کو سخت سزا دی گئی۔

بچو! بادشاہ یونہی نہیں انصاف پسند کہلاتے تھے، بلکہ وہ انصاف کرنے کے غیر معمولی طریقے بھی استعمال کرتے تھے۔

اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، اس لیے کہ جھوٹ کہیں نہ کہیں پکڑا ہی جاتا ہے اور پھر جھوٹے کو اس کے کیے کی سزا ملتی ہے۔

○○